حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

روزہ اور صدقۃ الفطر کی حکمتیں

فطرت کا یہ تقاضا ہے کہ اس کی عقل کو اس کے نفس پر غلبہ اور تسلط دائمی حاصل رہے۔ مگر باعث بشریت لبا اوقات اس کا نفس اس کی عقل پر غالب آتا ہے۔ لہذا تہذیب و تزکیہ نفس کے لئے اسلام نے روزہ کو اصول میں سے ٹھہرایا ہے۔

۱. روزہ سے انسان کی عقل کو نفس پر پورا پورا تسلط و غلبہ حاصل ہو جاتا ہے۔

۲. روزہ سے خشیت اور تقویٰ کی صفت انسان میں پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے: لعلکم تتقون۔ یعنی روزہ تم پر اس لئے مقرر ہوا کہ تم متقی بن جاؤ۔

۳. روزہ رکھنے سے انسان کو اپنی عاجزی و مسکنت اور خدا تعالیٰ کے جلال اور اس کی قدرت پر نظر پڑتی ہے۔

۴. روزہ سے چشم بصیرت کھلتی ہے۔

۵. دور اندیشی کا خیال ترقی کرتا ہے۔

۶. کشف حقائق الاشیاء ہوتا ہے۔

۷. درندگی اور بہیمیت سے دوری ہوتی ہے۔

۸. ملائکہ الٰہی سے قرب حاصل ہوتا ہے۔

۹. خدا تعالیٰ کی شکر گزاری کا موقع ملتا ہے۔

۱۰. انسانی ہمدردی کا دل میں ابھار پیدا ہوتا ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جس نے بھوک اور پیاس محسوس نہ کی ہو وہ بھوکوں اور پیاسوں کے حال سے کیونکر واقف ہو سکتا ہے۔ اور وہ رزاق مطلق کی نعمتوں کا شکریہ علی وجہ الحقیقت کب ادا کر سکتا ہے۔ اگرچہ زبان سے شکریہ ادا کرے۔ مگر جب تک اس کے معدہ میں بھوک اور پیاس کا اثر اور اس کی رگوں اور پٹھوں میں ضعف و ناتوانی کا احساس نہ ہو وہ نعمہائے الٰہی کا کما حقہ شکر گزار

نہیں بن سکتا کیونکہ جب کسی کی کوئی محبوب و مرغوب مالوف چیز کچھ زمانہ گم ہوجاوے تو اس کے فراق سے اس کے دل کو اس چیز کی قدر معلوم ہوتی ہے۔

۱۱۔ روزہ موجب صحت جسم و روح ہے چنانچہ قلت اکل و شرب کو اطباء نے صحت جسم کے لئے اور صوفیہ کرام نے صفائی دل کیلئے مفید لکھا ہے۔

۱۲۔ روزہ انسان کیلئے ایک روحانی غذا ہے، جو آئندہ جہاں میں انسان کو ایک غذا کا کام دیگا۔ جنہوں نے اس غذا کو ساتھ نہیں لیا وہ اس جہان میں بھوکے پیاسے ہوں گے اور ان پر اس جہان میں روحانی افلاس ظاہر ہوگا۔ کیونکہ انہوں نے اپنی غذا کو ساتھ نہیں لیا اور یہ بات ماننے کے لائق ہے جب کہ کھانے پینے کی تمام اشیاء خداوند تعالیٰ ہی کے خزانہ رحمت سے انسان کو ملتی ہیں تو جن اشیاء کو وہ یہاں چھوڑتا ہے۔ ان کا عوض وہاں ضرور دے گا جو یہاں سے بہتر و افضل ہوگا۔

۱۳۔ روزہ محبت الٰہی کا ایک بڑا نشان ہے، جیسے کہ کوئی شخص کسی کی محبت میں سرشار ہوکر کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے۔ اور بیوی کے تعلقات بھی اس کو بھول جاتے ہیں۔ ایسے ہی روزہ دار خدا کی محبت میں سرشار ہوکر اسی حالت کا اظہار کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ روزہ غیر اللہ کے لئے جائز نہیں ہے۔

وجہ تقرر صدقہ فطر | ۱۔ عید الفطر میں صدقہ اس واسطے مقرر کیا گیا ہے۔ کہ اوّل تو اس کے سبب عید الفطر کے شعار الٰہی میں سے ہونے کی تکمیل ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس میں روزہ داروں کے لئے طہارت اور ان کے روزہ کی تکمیل ہے۔ جسطرح کہ نمازیں فرائض کی تکمیل کے لئے سنتیں مقرر کی گئی ہیں۔ ایسا ہی یہ صدقہ مقرر ہوا۔

۲۔ اغنیاء، دولتمندوں اور ذی وسعت لوگوں کے گھروں میں تو اس روز عید ہوتی ہے۔ مگر مسکین و مفلسوں کے گھروں میں بوجہ ناداری کے اسی طرح سے شکل ماتم موجود ہوتی ہے۔ لہذا خدا تعالیٰ نے ذی وسعت لوگوں پر بوجہ شفقت علی خلق اللہ لازم ٹھہرایا کہ مساکین کو عید سے پیشتر صدقہ دیدیں تاکہ وہ بھی عید کریں یہاں تک کہ نماز عید پڑھنے سے پیشتر ہی ان کو صدقہ دینا لازم ٹھہرایا اور اگر مساکین کثرت سے ہوں تو یہ صدقہ خاص جگہ جمع کرنے کا ایما ہوا تاکہ مساکین کو یقین ہوجاوے کہ ہمارے حقوق کی حفاظت کی جاوے گی ــــــ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صدقہ فطر ہر غلام اور آزاد مرد اور عورت چھوٹے بڑے پر ایک صاع چھوہارے یا جو یعنی انگریزی طبری سیر سے ساڑھے تین سیر پختہ گندم جس ظرف میں آجاویں کہ وہ ظرف ایک صاع کا ہوتا ہے۔ اس ظرف کو بھر کر چھوہارے یا جو اس لئے مقرر فرمائے ہیں کہ غالباً یہ مقدار ایک چھوٹے کنبے کو ایک روزہ کیلئے کافی ہوتی ہے ــــــ ۶

مولانا عبدالشکور ترمذی، ساہیوال ضلع سرگودھا
تلخیص وانتخاب از ترجمان السنۃ

مقام رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کتاب وسنت کی روشنی میں

مقام رسالت ونبوت کی صحیح پہچان نہ ہونے اور اس کو اچھی طرح نہ سمجھنے کی وجہ سے دیکھا جارہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے حقوق اطاعت ومحبت اور عظمت وغیرہ میں اکثر کوتاہی برتی جارہی ہے۔ اور ان برگزیدہ ہستیوں کے بارہ میں طرح طرح کے افراط وتفریط سے کام لے کر ان کی حق تلفی کی جارہی ہے۔ یہاں تک کہ ایک گروہ نے تو ان حضرات کو عام انسانوں کی سطح پہ لاکھڑا کرنے کی کوشش میں انتہا کردی۔ ان کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کی حیثیت صرف اتنی ہے کہ جتنی کہ ایک پیغام پہنچانے والے انسان اور چٹھی رساں کی ہوتی ہے۔ (العیاذ باللہ) اور دوسرے گروہ نے ان حضرات کے ذاتی کمالات اور فطری خصوصیات کو دیکھ کر ان کی بشریت کے واضح اور صاف قرآنی مسئلہ کو ایسا الجھا دیا کہ گویا وہ اس سے انکاری ہے اور اس کے نزدیک مقام رسالت اور بشریت میں منافات اور تضاد ہے۔

زیر نظر مقالہ اس غرض سے ترتیب دیا گیا ہے کہ مقام رسالت سے متعلق متذکرہ غلطیوں اور کوتاہیوں کی نشاندہی اور اصلاح ہو اور انبیاء علیہم السلام کے حقوق وآداب کے بارہ میں افراط وتفریط سے بچکر راہ اعتدال اور مسلک حق واضح ہو جائے۔

یہ مضامین بڑے عمدہ پیرائے بیان کے ساتھ ترجمان السنۃ میں موجود ہیں مگر چونکہ وہ کسی ایک مقام پر مرتب شدہ شکل میں نہیں تھے۔ بلکہ ترجمان السنۃ کی ضخیم جلدوں میں سینکڑوں صفحات اور متفرق مقامات پر بکھرے ہوئے تھے۔ اس لئے مرتب نے وہاں سے ہی منتشر مضامین کو مختلف مقامات سے ایک عنوان کے تحت جمع کرنے کی محنت وسعی کی ہے۔ تاکہ ان منتشر اور متفرق مضامین سے ناظرین سہولت

سہولت کے ساتھ استفادہ کر سکیں۔ اور جگہ جگہ سے اتنی ضخیم کتاب کی ورق گردانی کی زحمت نہ اٹھانی پڑے۔

مرتب نے چونکہ صرف عبارات کے نقل اور جمع کرنے کی خدمت ہی انجام دی ہے اس لئے اس مقالہ کی خوبیوں اور اس کے محاسن میں مرتب کا کوئی حصہ نہیں ہے بلکہ یہ ترجمان السنۃ کے مصنف ہی کا فیض ہے۔ اور اس کے محاسن کا شمار مصنف ہی کے حسنات میں ہونا چاہیئے۔ البتہ مقالہ کی ترتیب کے لئے ترجمان السنۃ کی عبارت میں بہت جگہ حذف و زیادت اور اضافہ و ترمیم بھی کیا گیا ہے اور اسطرح اصل عبارت میں بہت جگہ تغیر ہو گیا ہے۔ اس لئے ناظرین کہ اگر کسی جگہ مقالہ کے مضامین میں بے ربطی اور کوئی خلاء نظر آئے یا کسی قسم کا اشتباہ محسوس ہو تو اسکو مصنف علامہ ہی کی طرف منسوب نہ کیا جائے بلکہ اسکو مرتب کی نظر و فکر کی کوتاہی تصور کیا جائے۔ اور مرتب کو مطلع فرما کر ممنون فرمایا جائے۔ فقط   (مرتب)

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد خاتم الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

واضح رہے کہ ایمان کا ایک رکن اعظم انبیاء علیہم السلام کو ماننا اور ان پر ایمان لانا بھی ہے۔ جسطرح اللہ تعالیٰ کا انکار کفر ہے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام میں سے کسی ایک فرد کا یا اجمالاً ان کی جنس ہی کا انکار کرنا بھی کفر ہے۔

مدار نجات | معلوم ہونا چاہیئے کہ مدار نجات ایمان باللہ اور ایمان بالغیبات ہے، اور مغیبات سے مراد قیامت، فرشتے، جنت و دوزخ وغیرہ ہیں۔ انبیاء علیہم السلام ان ہی امور کی تعلیم و تشریح کیلئے تشریف لائے ہیں

ایمان بالرسولؐ اصل اصول ہے | اور چونکہ ان غائب اور غیر محسوس مغیبات پر انبیاء علیہم السلام کے واسطہ کے بغیر ایمان میسر نہیں آسکتا اس لئے ان پر ایمان لانے سے بھی پیشتر انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانا لازم ہوتا ہے۔ اس طرح ایمان بالرسولؐ جو درحقیقت ایمان باللہ کا ایک ذریعہ تھا اب ایک حیثیت میں رکن رکین اور اصل الاصول بن جاتا ہے۔ اسی لئے یہ مسئلہ کسی اختلاف کے بغیر ہمیشہ مسلّم چلا آیا ہے کہ ایمان کے لئے خدا تعالیٰ کی توحید اور رسولؐ کی رسالت کی تصدیق دونوں ہی اجزاء لاینفک ہیں۔ اس وقت ہماری غرض یہ ہے کہ شرائع سماویہ میں رسولوں پر ایمان لانا بھی ہمیشہ توحید الٰہی کے

برابر کا جزء سمجھا گیا ہے۔ اور آسمانی مذاہب میں سے کسی ایک مذہب میں بھی صرف خدا تعالیٰ کی توحید کو مدار نجات نہیں سمجھا گیا۔ کسی رسول کی دعوت پہنچ جانے کے بعد کوئی شخص رسول پر ایمان لانے سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔

قرآن و حدیث کے تواتر سے یہ ثابت ہے کہ رسولوں کی تصدیق نجات ابدی کیلئے ایسی ہی ضروری ہے جیسی کہ خدا تعالیٰ کی توحید، اس میں کسی تفریق کی گنجائش نہیں ہے۔

امام رازیؒ کا ارشاد امام رازیؒ لکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی معرفت عقلاً تمام مخلوق پر واجب ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کے بغیر اس معرفت کا حاصل ہونا ناممکن ہے اس لئے نبوت و رسالت کا انکار درحقیقت حق تعالیٰ کی ذات پاک کا ہی انکار ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وما قدروا الله حق قدره اذ قالوا ما انزل الله على بشر من شئ — انہوں نے حق تعالیٰ کے کمالات کا ٹھیک ٹھاک اندازہ ہی نہیں لگایا جبکہ یہ کہا کہ اس نے کسی بشر پر کتاب ہی نازل نہیں فرمائی۔

یعنی جب یہ لوگ رسولوں پر شریعت کے نزول کا انکار کرتے ہیں تو گویا خدا تعالیٰ کی جانب سے رسالت ہی کا انکار کرتے ہیں اور رسالت کا انکار اس بات کی دلیل ہے کہ ان کو خدا تعالیٰ کی صفات اور اس کے کمالات کی برتری کا کوئی اندازہ ہی نہیں ہو سکا۔

اقوام عالم پر نظر آج دنیا کی اقوام پر نظر ڈال لیجئے۔ آپ کو ثابت ہو جائے گا۔ کہ جو قوم نبوت و رسالت کی منکر ہوتی ہے اس کو پھر خدائی معرفت میں کوئی حصہ نصیب نہیں ہوا بلکہ جو قوم رسولوں کی معرفت میں جتنی پیچھے رہ گئی ہے وہ اتنی ہی خدا تعالیٰ کی معرفت میں بھی پیچھے رہ گئی۔

آج نصاریٰ جو عقلاء زمانہ کہلاتے ہیں جب انہوں نے اپنے رسول کے صحیح مقام کو پہچاننے میں ٹھوکر کھائی تو پھر دیکھ لیجئے کہ خدا تعالیٰ کی معرفت میں ہی ان کا حصہ کتنا رہا۔ یہاں تک کہ توحید فی التثلیث کا بنیادی مسئلہ بھی ان کے نزدیک تقدیر کی طرح مذہب کا ایک راز بن کر رہ گیا۔ اس کے بالمقابل امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ ہے۔ کہ جب وہ اپنے رسولؐ کا صحیح مقام پہچاننے میں پیش گام رہی تو اس کو اپنے رب کی معرفت کا جام بھی سب سے بھرپور نصیب ہوا۔ اس لئے یہ امت تمام امتوں پر فوقیت لے گئی ہے۔

آیت بالا کی روشنی میں یہ فیصلہ آسانی سے کیا جا سکتا ہے کہ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعتراف نہیں کرتے اور صرف توحید کے قائل ہیں۔ کیا ان کو صحیح معنیٰ میں توحید اور

ایمان بالغیب نصیب ہو سکتا ہے۔ اسی لئے امام موصوف فرماتے ہیں:

من انکر النبوت والرسالۃ فھو	جس نے نبوت و رسالت کا انکار کیا درحقیقت
فی الحقیقت ما عرف اللہ عزوجل	وہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کی معرفت ہی سے
(تفسیر کبیر صفحہ ۱۲۳ ج ۳)	نصیب ہے۔

ضروریات دین | اسی طرح اللہ تعالیٰ کے فرشتوں اور اسکی کتابوں اور قیامت کے انکار کو بھی یہی حیثیت حاصل ہے یعنی توحید کی طرح ان میں سے کسی ایک کا انکار بھی کفر ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس چیز کا دین محمدی میں ہونا اتنا روشن ہو جائے کہ محتاج دلیل نہ رہے ان سب کا ماننا ایمان کیلئے ضروری ہے۔ اسی کو ضروریات دین کہا جاتا ہے۔ مثلاً فرائض خمسہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا، عذاب قبر، قرآن کریم وغیرہ یہ سب وہ چیزیں ہیں جن کے ثبوت میں دلائل کی حاجت نہیں بلکہ ان چیزوں کا دین اسلام میں داخل ہونا عام طور پر سب کو معلوم ہے۔ اس لئے ان میں سے کسی ایک کا انکار اسی طرح کفر ہوگا جیسا کہ توحید و رسالت کا انکار کفر ہے۔

جسطرح ایمان میں اللہ اور رسول کے درمیان فرق کی گنجائش نہیں ایک کا منکر دوسرے کا منکر سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح رسولوں میں بھی باہمی یہی نسبت موجود ہے۔ یعنی کسی ایک رسول کا انکار کرنا دوسرے کا انکار اور کفر ہے ـــ اب آیات ذیل کو پڑھئے:

۱- انما المؤمنون الذین امنوا باللہ ورسولہ ...	مومن دراصل وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لاتے ہیں۔
۲- ان الذین یکفرون باللہ ورسولہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسولہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلا ۵ اولئک ھم الکفرون حقا ا	جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کے منکر ہوئے اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم کس پر ایمان لائیں گے اور کس کا انکار کریں گے الخ یہی لوگ اصلی کافر ہیں
۳- ومن یکفر باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر فقد ضل ضلالاً بعیدا ۔	جو انکار کرے اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا اور رسولوں اور قیامت کے دن کا وہ گمراہی میں بہت دور نکل گیا۔

پہلی آیت میں اللہ اور اس کے رسولوں پر بلا تفریق ایمان لانے کا حکم ہے۔ دوسری آیت میں

ان کے درمیان فرق کرنے والے کو اصلی کافر کہا گیا ہے۔ اور تیسری آیت میں ایمان میں فرشتوں اور یوم آخرت (قیامت) کو بھی شامل کر لیا گیا ہے۔

ایمان کے شرعی معنی ایمان کا لفظ امن سے مشتق ہے۔ اس لئے امانت و اعتماد کے معنی اس میں ہمیشہ ملحوظ رہتے ہیں۔ اور ان خبروں کی تصدیق کو ایمان کہتے ہیں جو چشم دید نہ ہوں بلکہ عدم موجودگی کی ہوں اور انکی تصدیق صرف مخبر کی امانت و دیانت اور اس کے اعتماد و وثوق کی بنا پر کی گئی ہو۔

لفظ ایمان لغت میں گو مطلقاً تصدیق کے معنی میں آتا ہے۔ لیکن اصطلاح شریعت میں اس کا عام استعمال صرف عالم غیب کی تصدیق میں آیا ہے۔ اور جب شریعت کی اصطلاح میں کوئی لفظ کسی خاص معنی کیلئے مخصوص ہو جائے تو اب قرآن و حدیث میں اس کے لغوی یا عام معنی مراد لینا صحیح نہیں بلکہ جو معنی شرعی اصطلاح قرار پا چکے ہیں۔ قرآن و حدیث میں وہی معنی مراد لئے جائیں گے۔

قرآن سے تائید غائبات اور ایمان کی اسی خصوصیت کو سورہ بقرہ میں یومنون بالغیب کے لفظ سے ادا فرمایا گیا ہے۔ اس جگہ غیب کا لفظ صرف بطور بیان واقع نہیں ہے۔ بلکہ اس حقیقت کو واضح کرنے کیلئے ہے کہ ایمان کا تعلق صرف غائبات کے ساتھ ہے۔ مشاہدات کے ساتھ ایمان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

لفظ غیب کے معنی امام راغب لفظ غیب کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں والغیب فی قولہ تعالیٰ: یومنون بالغیب مالا یقع تحت الحواس ولا یقتضیہ بداھۃ العقل وانما یعلم بخبر الانبیاء علیہم السلام۔ غیب کا لفظ مختلف معنوں میں مستعمل ہوتا ہے۔ آیت یومنون بالغیب میں غیب کا اطلاق ان چیزوں پر کیا گیا ہے جو انسانی حواس کے ادراک سے بالاتر ہیں اور عقل بھی بدیہی طور پر ان کا تقاضہ نہیں کرتی وہ صرف انبیاء علیہم السلام کے بتانے سے معلوم ہوتی ہیں۔

عالم غیب کے غیر محسوس ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ صرف ہمارے ضعیف حواس کی دسترس سے باہر ہوتا ہے۔ نہ یہ کہ تحت الحواس آنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اس لئے انبیاء علیہم السلام کی فہم و فراست اور ان کی صداقت و امانت کے اعتماد پر عالم غیب پر ایمان سے آنا عین تقاضائے عقل ہے، اور یہی تصدیق و اذعان ایمان کی ساری قیمت ہے، اگر غیب پر یہ اذعان و اطمینان حاصل نہ ہو تو ایمان بے قیمت ہے۔

ایمان اور تصدیق میں فرق | لفظ تصدیق ہر خبر میں خواہ مخبر کی امانت داری کی ضرورت ہو یا نہ ہو یکساں طور پر مستعمل ہو سکتا ہے اور ایمان کے معنی بھی گو تصدیق کے ہیں مگر اس کا استعمال صرف ان خبروں تک محدود رہے گا جن کی تصدیق صرف مخبر کی امانت و دیانت اور اس کے اعتماد و وثوق کی بنا پر کی جاتی ہے۔

اس لئے اگر ایک شخص طلوع آفتاب یا فوقیت آسمان کی خبر دیتا ہے تو اس کے جواب میں آمنت نہیں کہہ سکتے یا دو شخص اگر ایک چیز کا مشاہدہ کرتے ہیں تو لغتہً ایک دوسرے کی تصدیق کیلئے صدق احدھما صاحبہ" کہا جاتا ہے۔ آمن لہ نہیں کہا جا سکتا اس کی وجہ یہی ہے کہ یہاں تصدیق کیلئے دوسرے پر اعتماد و وثوق کی کیا ضرورت ہے۔ یہ خود اپنے مشاہدہ کی خبر ہے اس لئے یہاں ایمان کا لفظ استعمال کرنا صحیح نہیں ہے۔

ناواقف صاحبوں کی غلطی | ناواقف صاحبان ابھی تک یہ نہیں سمجھے کہ ایمان کا تعلق کس چیز سے ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ دین کے جملہ غائبات کو پہلے اسطرح معقول بنا دیا جائے کہ پھر ان کی تصدیق کے لئے اعتماد و رسول کا واسطہ ہی نہ رہے۔ اور یہ نہیں جانتے کہ دلائل کی بحث سے گذر کر صرف رسول کے اعتماد پر اس کے اقوال و افعال کے تسلیم کر لینے کا نام ہی تو ایمان ہے۔

ایمان کی روح | ایمان کی تمام روح صفت یقین ہے۔ اور یقین اسی وقت قابل تعریف ہو سکتا ہے جبکہ عالم غیب پر ہو۔ ورنہ اپنے مشاہدہ پر یقین کرنا بدیہی بات ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ولیعلم اللہ من ینصرہ ورسلہ بالغیب۔ یعنی دیکھنا تو یہ ہے کہ خدا اور رسول کے دین کی تائید بن دیکھے کون کون کرتا ہے۔

ملائکہ انبیاءؑ اور صحابہؓ کا ایمان | خدا کے مقدس فرشتے عالم غیب کا مشاہدہ کرتے ہیں ان کا ایمان تو ایمان بالغیب ہی نہیں۔ انبیاء علیہم السلام کا ایمان اگرچہ ایمان بالغیب ہے مگر ان کی متکفل خود قدرت ہوتی ہے ان کا تعلق عالم غیب سے اگرچہ پس پردہ ہو مگر پھر بھی براہ راست ہوتا ہے۔ اور صحابہؓ کی آنکھوں کے سامنے اگرچہ بلا واسطہ عالم غیب نہ ہو مگر عالم غیب کا بلا واسطہ ترجمان یعنی رسول ان کی آنکھوں کے سامنے موجود ہے ان کو دیکھ کر وہ عالم غیب کا یقین اپنے عینی مشاہدات سے بڑھ کر حاصل کر سکتے ہیں۔

ایک سطحی شبہ کا ازالہ | رسول کی ذات گرامی قطعی طور پر عالم محسوسات میں داخل ہوتی ہے اور اس کا عالم غیب میں شمار نہیں ہوتا بلکہ وہ دیکھنے والوں کے سامنے محسوس و مشاہد موجود ہوتے ہیں